

ع جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اِسلام اور سیاست

مذہب اور سیاست

شریعت و سیاست

مروّجہ سیاست کے شرعی احکام

اسلام میں جمہوریت کا تصوّر

غیر اسلامی حکومت کے شرعی احکام

اسلامی حکومت کا بنیادی اصول شوریٰ

اسلامی مملکت میں حکومت الٰہیہ

ووٹ کی اسلامی حیثیت

ووٹر کی شرعی حیثیت

عورت کی سربراہی

مجموعۂ افادات

حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

مع رسالہ: حکیم الامت کے سیاسی افکار

از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

(061-4540513-4519240

اِسلام اور سیاست

مجموعہ افادات

حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

و دیگر اکابرین

مع رسالہ

حکیم الامت کے سیاسی افکار

از

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

ترتیب جدید

محمد اسحٰق ملتانی

مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان فون: 4540513-4519240

اسلام اور سیاست

تاریخ اشاعت.................ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ

ناشر..........................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت.....................سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ...چوک فوارہ...ملتان — مکتبہ رشیدیہ.......راجہ بازار.......راولپنڈی

ادارہ اسلامیات.........انارکلی.........لاہور — یونیورسٹی بک ایجنسی.....خیبر بازار.......پشاور

مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار....لاہور — ادارۃ الانور.........نیو ٹاؤن.......کراچی نمبر5

مکتبہ رحمانیہ.......اردو بازار .... لاہور — مکتبہ المنظور الاسلامیہ....جامعہ حسینیہ....علی پور

مکتبہ المنظور الاسلامیہ.........بلاک زیڈ.........مدینہ ٹاؤن.........بنک موڑ.........فیصل آباد

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTERE — 119-121- HALLIWELL ROAD BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

غیر اسلامی حکومت کے شرعی احکام

ازافادات حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ

دارالحرب دارالاسلام کی تحقیق ہندوستان دارالحرب ہے یا نہیں

کسی نے دریافت کیا کہ ہندوستان دارالحرب ہے یا نہیں؟

فرمایا عموماً دارالحرب کے معنی غلطی سے یہ سمجھے جاتے ہیں کہ جہاں حرب (لڑائی) واجب ہو سو اس معنی کو لو تو ہندوستان دارالحرب نہیں کیونکہ یہاں (آپسی) معاہدہ کی وجہ سے حرب (لڑائی) درست نہیں۔

مگر شرعی اصطلاح میں دارالحرب کی تعریف یہ ہے کہ "جہاں پورا تسلط غیر مسلم کا ہو" تعریف تو یہی ہے آگے جو کچھ فقہاء نے لکھا ہے وہ امارات (علامات) ہیں، اور ہندوستان میں غیر مسلم کا تسلط (غلبہ) ہونا ظاہر ہے۔ مگر چونکہ دارالحرب کے نام سے پہلے غلط معنی کا شبہ ہوتا ہے اس لئے "غیر دارالاسلام" کہنا اچھا ہے۔

پھر اس کی دو قسمیں ہیں ایک دارالامن، دوسرے دارالخوف۔

"دارالخوف" وہ ہے جہاں مسلمان خائف ہوں، اور "دارالامن" وہ ہے جہاں مسلمان خائف نہ ہوں۔ سو ہندوستان دارالامن ہے، کیونکہ باوجود غیر مسلم کے پورے تسلط کے مسلمان خوفناک نہیں۔ اور حرب (لڑائی) بھی درست نہیں۔ کیونکہ باہم معاہدہ ہے۔ (حسن العزیز ص ۱۲۷ ج ۳)

فرمایا دارالحرب کے معنی "دارالکفر" کے ہیں، پھر اس دارالحرب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک دارالامن، ایک دارالخوف۔

درالامن میں بہت سے احکام دارالاسلام کی طرح ہوتے ہیں۔ سو ہندوستان دارالحرب ہے لیکن ہے دارالامن۔ اس لئے زیادہ تر معاملات میں یہاں دارالاسلام ہی کے احکام پر عمل درآمد ہوگا۔ (الافاضات الیومیہ ص ۱۸۱ ج ۸)

ہندوستانی غیر مسلم ذمی ہیں یا حربی

سوال:۔ ہمارے ہندوستان میں جو کفار لوگ ہیں ذمی ہیں یا حربی، مسلمان لوگوں کو امور دینیہ میں ان کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے؟

الجواب:۔ لاذمی لعدم دخولھم تحت حمایتہ وال مسلم ولا حربی محارب بل حربی مسالم ومستامن واکثر احکامھم کالذمیین.

ترجمہ:۔(ہندوستانی کفار) نہ تو ذمی ہیں کیونکہ کسی مسلمان والی کی ماتحتی میں نہیں، اور نہ ہی حربی ہیں (جیسا کہ ظاہر ہے) بلکہ ایسے حربی ہیں جن سے مصالحت ہے اور امن وامان سے رہنا چاہتے ہیں۔ اور ان کے اکثر احکام ذمیوں کی طرح ہیں)

مسئلہ:۔ اہل حرب (یعنی لڑنے مرنے والے حربی غیر مسلم) کے اموال کا احراق یا فساد و قطع اشجار وغیرہ (یعنی ان کے جان و مال کو تباہ و برباد کرنا جلانا کاٹنا) جب اس میں مصلحت ہو جائز ہے کذا فی الہدایہ والروح وغیرھما

جان و مال کی حفاظت کرنے والی حکومت شکر کی مستحق ہے اس کے خلاف شورش نہیں کرنا چاہئے

جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے طائف تشریف لے گئے کہ شاید وہاں کے باشندے مسلمان ہو جائیں اور وہاں تکلیف سے نجات ملے وہاں کے لوگوں نے آپ کے ساتھ نہایت گستاخانہ سلوک کیا تو آپ بددل ہو کر پھر مکہ معظمہ واپس تشریف لائے اور مطعم بن عدی کو اطلاع فرمائی کہ اگر مکہ والے مجھے امن دیں تو میں شہر میں رہوں ورنہ کسی دوسری جگہ چلا جاؤں۔ اس وقت مطعم بن عدی نے مکہ والوں سے کہا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دی۔ خبردار کوئی ان کو ہاتھ نہ لگائے۔ چنانچہ اس وقت ہجرت مدینہ تک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطعم بن عدی کی پناہ کی وجہ سے مکہ میں تشریف فرما رہے۔

ان کی اس ہمدردی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ شکریہ ظاہر فرماتے تھے۔ اسی کے صلہ میں اس وقت جب کہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کو غلبہ ہوا اور بہت سے کفار مارے گئے اور

بہت سے قید ہوکر آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتے اوران کفار کے متعلق گفتگو کرتے تو میں ان کی خاطر چھوڑ دیتا بعض روایتوں میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شکر گزاری کے لئے ایسا فرماتے تھے۔

اس وقت بعینہ یہی حالت ہے ان احکام کے ساتھ کو جس طرح مطعم بن عدی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کی تھی اور آپ ان کے ممنون اور شکر گزار تھے اسی طرح حکام وقت ہمارے محافظ ہیں اور ہمارے امن کے ذمہ دار ہیں ہم کو بھی ان کا شکر گزار رہنا چاہئے جس کا ادنیٰ اثر یہ ہونا چاہئے کہ کوئی ایسی شورش نہ کریں جس سے حکام تشویش میں پڑ جائیں۔

عملی معاہدہ

فرمایا مدت سے میرا خیال ہے کہ کفار سے جیسے باقاعدہ زبانی یا تحریری معاہدہ ہوجاتا ہے تو اس کی پابندی مسلمانوں پر لازم ہوجاتی ہے اسی طرح بعض اوقات عملی عہد ہوجاتا ہے کہ باہمی طرز معاشرت تعامل سے فریقین ایک دوسرے سے مامون و بے خطر ہوں، باہمی معاملات اور لین دین وغیرہ جاری ہوں، یہ بھی ایک قسم کا عملی عہد ہے اس کی بھی رعایت کرنا ضروری ہے۔

اگر کسی وقت ایسے لوگوں پر حملہ کرنا ہے تو پہلے ان کو نبذ عہد کے طور پر متنبہ کردیا جائے کہ اب ہم سے مامون نہ رہیں پھر فریقین کو اپنے فعل کا اختیار ہے اور اس نبذ عہد (یعنی متنبہ کئے بغیر) ایک قسم کا غدر (دھوکہ) ہے جو شریعت اسلامیہ میں کسی حال میں کسی کافر سے جائز نہیں۔

قبطی کا واقعہ سورۂ قصص کی آیت میں مذکور ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قبطی کے قتل ہوجانے کا ذکر ہے...... یہ واقعہ بھی اسی قبیل سے تھا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھ آپ کے متعلقین اور قبطی کفار دونوں فرعونی سلطنت کے باشندے تھے اور آپس میں ایک دوسرے سے مون (اور مطمئن) تھے۔ اسی حالت میں قبطی کا اچانک قتل ہوجانا عہد عملی کے خلاف تھا۔ اس لئے اس پر عتاب ہوا اور استغفار و مغفرت کی نوبت آئی...... رہا یہ سوال کہ جب یہ قتل معصیت تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیسے صادر ہوا؟ اس کا جواب ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے قصداً قتل نہیں کیا معمولی ضرب اس کو ہٹانے

کے لئے لگا دی تھی۔ اتفاق سے مر گیا۔ اس لئے معصیت کا صدور ان سے نہیں ہوا۔ تاہم صورت معصیت کی تھی۔ اس لئے پیغمبر خدا نے اس کو معصیت ہی کے برابر سمجھ کر استغفار کیا۔

پھر فرمایا۔ یہ میرا خیال ہے اگر اس کا ثبوت کتاب وسنت یا علماء اہل حق کے کلام میں مل جائے تو اس کے حوالے سے لکھا جائے۔

حضرت مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اسی روز تحقیق کی، تو بحمداللہ صحیح بخاری کی ایک حدیث بروایت مغیرہ بن شعبہ میں اس کا ثبوت اور قسطلانی شرح بخاری میں اس کی تصریح نکل آئی۔

شرعی دلیل

وفي المقام تفريقان يتعلقان بقصته موسٰى عليه السلام مبنيان على كون ماقص الله ورسول علينا من غير نكير حجه لنا ...... والثاني كون المعاهدة التي تحرم دم الحربي عاماً للقالي والحالي فان موسٰى عليه السلام لم يعاهدهم قالا فلو لاينعقد العهد بالحائل كان دم القبطى مباحاً فلا معنى لتسميه قتله عمل الشيطان والا استغفاره منه هذا.

خلاصہ ترجمہ:۔ دوسرا مسئلہ:۔ جو اس اصل پر مبنی ہے کہ جس قصہ کو اللہ اور رسول نے بغیر تکبر کے بیان فرمایا ہو وہ ہمارے لئے حجت ہے۔ وہ معاہدہ جس سے حربی کا دم حرام ہوتا ہے۔ یعنی اس کا قتل ناجائز ہوتا ہے۔ وہ عام ہے، قالی وحالی کو کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے قولاً معاہدہ نہیں کیا تھا۔ پس اگر حال کے ذریعہ معاہدہ نہ ہوتا، تو قبطی مباح الدم ہوتا پھر اس قتل کو شیطان کا عمل کہنے اور اس سے استغفار کے کوئی معنی نہیں۔

کافر حکومت میں رہتے ہوئے معاہدہ کی خلاف ورزی کرنا درست نہیں

اگر کافر حاکم سے معاہدہ ہو جائے تو اس معاہدہ کا پورا کرنا واجب ہے بقولہ تعالیٰ واوفوا بالعهد. (اور وعدوں کو پورا کرو) البتہ اگر شرعی ضرورت اس عہد کے توڑنے کی

ہے تو پہلے اس معاہدہ کے ختم کرنے کی اطلاع کردے لقولہ تعالیٰ الیھم علی سواء ورنہ غدر (دھوکہ) کا سخت گناہ ہے لقولہ تعالیٰ ان اللہ لا یحب الخائنین.

عہد و پیمان کے خلاف کوئی کام کرنا جائز نہیں

جب مسلمان رعایا بن کر ہندوستان میں رہے اور حکام سے (اس بات کا) عہد و پیمان کر چکے کہ کسی حاکم یا رعایا کے جان و مال میں دست اندازی نہ کریں گے اور کوئی امر خلاف اطاعت نہ کریں گے تو مسلمانوں کو عہد و پیمان کے خلاف کرنا یا حکام کی کسی قسم کی مخالفت یا خیانت کرنا ہرگز درست نہیں اور نہ ہی رعایا کے ساتھ عہد کے خلاف اور خیانت کرنا (یعنی ہندو وغیرہ کے ساتھ) درست ہے۔

عہد کے پورا کرنے کی مسلمانوں کے مذہب میں اس قدر تاکید ہے کہ شاید کسی دوسرے مذہب میں نہ ہو۔ قال اللہ تعالیٰ و اوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا.

ترجمہ:۔ ”عہد کو پورا کرو کیونکہ عہد کے بارے میں قیامت کے روز باز پرس ہوگی۔“

عہد شکنی کی سخت ممانعت ہے اور کسی سے عہد کر کے اس کے خلاف کرنے پر بہت دھمکی دی گئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

الا من ظلم معاھدا او نتقصہ او کلفہ فوق طاقتہ او اخذمنہ شیئا بغیر طیب نفس فانا حجیجہٗ یوم القیامہ

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام امت کو فرماتے ہیں کہ جو کسی غیر مذہب سے عہد کر کے اس پر ظلم کرے یا ان کو کوئی عیب لگا دے اور اس کی بلا وجہ توہین کرے، یا اس پر زائد مشقت ڈالے، یا اس کے مال میں سے کوئی چیز بغیر اس کی رضامندی کے لے لے تو قیامت کے دن اللہ کے روبرو میں اس سے جھگڑا کروں گا (یعنی اس کے مقابلہ میں حجت کروں گا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے نائبوں کو عام تعلیم یہ ہوتی تھی کہ لا تغدروا یعنی عہد کے خلاف نہ کرو۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ:

ذمۃ المسلمین واحدۃ لیسعی بھا ادناھم فمن اخفر مسلما فی ذمہ فعلیہ

لعنة والملائکة والناس اجمعین لایقبل اللہ یوم القیامة صرفا ولا عدلا.

ترجمہ:۔ یعنی مسلمانوں کا ذمہ اور عہد ایک ہے اگر ایک مسلمان کسی غیر مذہب والے سے معاہدہ کرے گا تو سب مسلمانوں پر اس کا پورا کرنا لازم ہے اگر کسی مسلمان کے عہد کو جو اس نے کسی کے ساتھ کیا تھا کوئی دوسرا مسلمان توڑنا چاہے تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عہد شکن کی کوئی عبادت فرض یا نفل ہرگز قبول نہ کرے گا۔

ناحق کسی غیر مسلم کو قتل کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے

اسی طرح کسی کو بے گناہ اور بلاوجہ قتل کر دینا خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلمان حرام اور گناہ کبیرہ ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق:

یعنی جس جان کے قتل کو خدا تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو ناحق نہ مار ڈالو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے من قتل معاھدا بغیر حق لم یرح رائحه الجنه یعنی جس نے کسی کے ساتھ عہد کر کے اس کو قتل کیا وہ جنت کی بو بھی نہ سونگھے گا علی ہذا فقہ کی تمام کتابیں ان مسئلوں اور روایات سے بھری ہوئی ہیں۔

پس مسلمانوں کو اپنے عہد کے موافق حکام کی تابعداری جس میں کچھ معصیت نہ ہو ضروری ہے اور کسی قسم کی بغاوت اور مخالفت اور مقابلہ اور خیانت جائز نہیں۔

غیر ملکی قوموں کی مدد کرنا جائز نہیں

جب کہ وہ ہمارے ملک پر حملہ آور ہوں

اگر کوئی مسلمان یا غیر مسلمان ہمارے حکام کے مقبوضہ ممالک سے خارج ہیں (یعنی غیر ملکی) ان ہمارے حکام کے ساتھ مقابلہ اور لڑائی کرنے اور ان پر حملہ کر کے آئیں تو ہم کو اس قوم کے ساتھ ہونا اور ان کو مدد دینا بھی ہرگز درست نہیں۔ کیونکہ یہ بھی عہد کے خلاف ہے۔

قال اللہ تعالیٰ وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم وبینھم میثاق

"یعنی اگر اہل اسلام مدد چاہیں تم سے دین کے مقابلہ میں۔ پس تمہارے اوپر مدد کرنا

ضروری ہے مگر اس قوم کے معاملہ میں تمہارے اور ان کے درمیان عہد ہو چکا ہے‘‘

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کا ان لوگوں سے مقابلہ ہو جن سے تم عہد و پیمان کر چکے ہو تو مسلمانوں کا ساتھ مت دو پس مسلمانوں کو ہر حال میں اپنے عہد کی رعایت کرنی چاہیے۔ نہ خود مخالفت کریں نہ کسی مخالف کی اعانت کریں۔ اگر اس کے خلاف کریں گے تو سخت گنہگار اور مستحق عذاب ہوں گے۔ (بیاض اشرفی فصل)

غیر مسلم حکومت میں رعایا بن کر رہنے کا حکم

حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ نے اپنے ایک فتویٰ میں فرمایا ہے جو ذیل میں منقول ہے۔

سوال:۔ یہ ملک ہندوستان جو سو برس سے زائد مسیحی حکام کے مملوکہ و مقبوضہ ہے اور ان کی رعایا میں ہنود وغیرہ مختلف مذاہب کے لوگ آباد ہیں اور ہم لوگ مسلمان بھی زیر حکومت آباد ہیں۔ تو مسلمانوں کو اس ملک میں حکام کی رعایا بن کر رہنا چاہیے یا نہیں۔ اور ہم مسلمانوں کو اپنے ان حکام کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے۔ اور نیز ہندوؤں وغیرہ رعایا کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے۔

الجواب:۔ چونکہ قدیم سے مذہب، اور جملہ مسیحی لوگوں کا قانون یہ ہے کہ کسی کی ملت اور مذہب سے پرخاش اور مخالفت نہیں کرتے اور نہ کسی مذہبی آزادی میں دست اندازی کرتے ہیں۔ اور اپنی رعایا کو ہر طرح سے امن و حفاظت میں رکھتے ہیں۔

لہٰذا مسلمانوں کو یہاں ہندوستان میں جو کہ اہل مسیحی کا مملوکہ و مقبوضہ ہے رہنا اور ان کی رعیت بننا درست ہے۔ چنانچہ جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ملک حبشہ میں جو نصاریٰ کا مقبوضہ تھا بھیج دیا۔ اور یہ صرف اس وجہ سے ہوا کہ وہ کسی کے مذہب میں دست اندازی نہیں کرتے تھے۔

غیر مسلم حکومت میں رہنے اور ہجرت کرنے کا شرعی حکم

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ کسی مسلمان کا کفار کی حکومت میں رہنا جائز نہیں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ کسی مسلمان قوم کا کسی کافر کے تحت میں رہ کر زندگی بسر کرنا دو حال سے خالی نہیں۔

اول یہ کہ وہ ان کے سیاسی و سرکاری محکموں میں عہدے قبول کریں گے یا نہیں دوسری شکل میں ان کی سیاسی طاقت رفتہ رفتہ بالکل ختم ہو جائے گی۔ اور وہ دنیا کے واسطے عضو معطل سے زیادہ بے کار ثابت ہوں گے۔

اور اگر پہلی صورت ہے یعنی سرکاری عہدے قبول کریں تو ومن لم یحکم بما انزل اللہ فالئک ھم الکافرون کے مصداق ہوں گے۔ کیا زید کا یہ خیال صحیح ہے۔ اگر صحیح ہے تو اس کی رو سے مسلمانان ہند پر ہجرت واجب ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ زید کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ جو اہل اسلام کفار کی حکومت میں رہتے ہیں وہ دو مصیبتوں میں سے ایک مصیبت میں مبتلا ہیں۔ اگر سیاسی محکموں میں مراتب حاصل کریں (اور عہدے قبول کریں) تو من لم یحکم کی وعید میں داخل ہوں گے ورنہ دنیا کے واسطے عضو معطل سے بڑھ کر بے کار ثابت ہوں گے لہٰذا ان پر ہجرت فرض ہے۔

ہمارے نزدیک زید کا یہ خیال غلط ہے۔ اول شق میں یہ تسلیم نہیں کہ سرکاری تمام ملازمتوں میں حکم خلاف ما انزل اللہ ضروری ہو۔ بلکہ بہت سے ایسے محکمے ہیں کہ جن میں حکم ہی نہیں (یا شریعت کے مطابق اور جائز حکم ہو)۔ نیز دوسری شق بھی غیر مسلم اور غلط خیال ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مراتب (یعنی عہدے) حاصل نہ کرنے کی صورت میں عضو معطل اور بے کار ہونے سے اگر دنیاوی اعتبار سے مراد ہے ظاہر ہے کہ غلط ہے۔ کیونکہ تجارت، زراعت، حرفت اور دنیاوی کاروبار کر سکتے ہیں اور اگر دینی اعتبار سے مراد ہے تو غلط ہونا بہت ہی زیادہ روشن ہے۔ جس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

اس کے علاوہ ہجرت کر کے جس جگہ جائیں گے وہاں بھی انہیں دونوں مصیبتوں کا سامنا ہوگا کیونکہ اس وقت کوئی سلطنت علی منہاج النبوۃ نہیں۔ تو وہاں سے بھی ہجرت فرض ہوگی۔ تو سوا اس کے دنیا سے ہجرت فرمائیں کوئی چارہ نہ ہوگا خلاصہ یہ کہ زید کا یہ خیال غلط اور بے اصل ہے۔

جب حکومت کی طرف سے شرائع متعلقہ کے (یعنی مذہب پر) ادا کرنے کی اس طرح سے آزادی ہے اور کچھ روک ٹوک نہیں۔ تو ہجرت واجب نہیں۔ خواہ سیاسی محکموں میں جائز عہدہ حاصل کریں یا نہ کریں۔ مسلمانوں کی دینی اور دنیوی عزت سیاسی عہدوں کے اصول کیساتھ وابستہ

نہیں بلکہ ان کی عزت شریعت کی پوری اتباع اور باہمی اتحاد و اتفاق کیساتھ متعلق و مربوط ہے۔

حررہ خلیل احمد عفی عنہ

الجواب صحیح عبدالوحید عفی عنہ

الجواب صحیح محمد یحیٰ عفی عنہ۔ الجواب صحیح عبداللطیف

اللطیف عفی عنہ:۔ (بیاض اشرفی ص ۲۶)

کافر حکومت کی ماتحتی میں رہنے کی ممانعت پر ایک استدلال اور اس کا جواب

ایک صاحب نے اس مضمون کو کہ کافر کی حکومت مسلمانوں پر جائز نہیں آیت و لا تنکحو المشرکین حتیٰ یومنوا سے استنباط کیا ہے کہ جب ایک مسلمان عورت کا کافر کی ماتحتی میں رہنا جائز نہیں تو بہت سے مسلمانوں کا کسی کافر کی ماتحتی میں رہنا کیسے جائز ہوگا۔ لیکن اس مضمون کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں۔ البتہ دوسری دلیلوں سے ثابت ہے۔

اور اگر اسی دلالت کی بناء پر یہ کہا جائے کہ دوسری آیت میں ولا تنکحوا المشرکات حتیٰ یومن ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرک عورتوں کا مسلمان کے تحت میں رہنا جائز نہیں۔ تو جب ایک مشرکہ کا مسلمان کے تحت میں رہنا جائز نہیں تو بہت سے مشرکین کا مسلمانوں کی رعایا بن کر رہنا بھی جائز نہ ہوگا تو اس کا کیا جواب دیں گے؟ یہ حال ہے ان استنباطوں کا۔ بعض لوگوں نے قرآن شریف کی آیتوں سے نئی سیاست کو مستنبط کرنا شروع کر دیا ہے یہ ایک قسم کی تحریف ہے۔ (الفصل للوصل ص ۱۸۳ مطبوعہ تھانہ بھون)

دارالکفر سے ہجرت کرنے کا شرعی حکم

سوال:۔ مخدومنا ہندوستان میں انگریزی حکومت کے ماتحت بڑے بڑے اکابر اور بزرگان دین گزرے ہیں اور اب بھی ہیں جو چشمہ فیض اور قابل اقتدا ہیں لیکن ایک طرف شیخ اکبر بھی بڑے بزرگ ہیں جو فتوحات مکیہ ص ۴۶۰ ج ۴ باب الوصایا میں وصیہ فرماتے ہیں کہ۔

وعلیک بالھجرة ولا تقم بین اظھر الکفار فان فی ذالک اھانہ دین

الاسلام...... وایاک والدخول تحت ذمه کافر ما استطعت واعلم ان المقیم بین اظهر الکفار مع تمکنه من الخروج من بین ظهر انیهم لاحظ له فی الاسلام فان النبی صلی اللہ علیه قد تبرا منه وقال انا بری من مسلم یقیم بین اظهر المشرکین فما اعتبر له کلمه الا سلام:

ترجمہ:۔ (تم پر ہجرت کر جانا لازم ہے اور کفار کے درمیان نہ رہو کیونکہ اس میں دین اسلام کی اہانت ہے اور کسی کافر کی ماتحتی میں رہنے سے اپنے کو بچاؤ۔ اور یقین کرلو کہ کفار کے درمیان رہنے والا شخص جو کہ باوجود یہ کہ ہجرت کرنے پر قادر ہو ایسے شخص کے لئے اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے برائت ظاہر فرمائی ہے اور فرمایا آپ نے کہ میں ایسے مسلمان سے بیزار ہوں جو مشرکین کے درمیان رہے۔ ایسے شخص کے کلمہ اسلام کا اعتبار نہیں کیا گیا)۔

اس وصیت نامہ میں لاحظ له فی الاسلام اور حدیث شریف انا بری من مسلم اور لفظ فما اعتبر له کلمته الاسلام وغیرہ کو دیکھ کر دل میں سخت خلجان ہے براہ مہربانی مطابقت کی تحریر فرما کر مشکور ہوں۔ (البدائع بدیعہ ۷ ص ۱۸)

الجواب:۔ کسی غیر مجتہد کا قول دوسرے پر حجت نہیں ہوسکتا اور نصوص اس دعویٰ میں بعض قطعی الثبوت نہیں اور بعض قطعی الدلالہ نہیں اس لئے دوسروں کا (یعنی ہجرت نہ کرنے والے بزرگان دین کا) قول یا فعل، نص کے بھی خلاف نہیں۔

اور اگر اس حکم میں اطلاق ہوتا تو حضرات صحابہ کو حبشہ ہجرت کر جانے کی اجازت نہ دی جاتی جہاں کے حاکم کا مذہب عیسائی تھا۔

دوسرا جواب:۔ یہ کہ اس وقت اسلام کے لئے مثل اقرار کے (یعنی کلمہ طیبہ کی طرح اقرار کرنے کی) قدرت و تمکن کی شرط کے ساتھ ہجرت بھی فرض، اور اسلام کی قبولیت اور اسلامی احکام کے جاری ہونے کا مدار تھی جیسا کہ اب یہی حالت اقرار (شہادتین) کی ہے۔ چنانچہ روح المعانی میں تیسیر سے اس کی فرضیت کی تصریح کی ہے۔ پس جو منافقین مدینہ میں رہتے تھے جو کہ دارالاسلام تھا۔ وہ ظاہراً اس فرض کے عامل تھے اسی لئے ان سے تعرض نہ

ہوتا تھا۔ بخلاف...... ہجرت نہ کرنے والوں کے کہ ان کا حکم عام کفار کا سا تھا۔

روح المعانی میں ہجرت کی فرضیت کا منسوخ ہونا نقل کیا ہے البتہ مستحب اب بھی ہے۔

(بیان القرآن ص ۱۴۲، نساء ۳، ص ۱۵۰)

ہجرت کرنیکا حکم

ایک جامع مختصر تقریر لکھی جاتی ہے۔ جس کا ماخذ روایات و قواعد اور اقوال علماء واشارات نصوص ہیں ان دلائل کے مجموعہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ۔

''ابتدائے اسلام میں ہجرت فرض تھی اور فرضیت کے ساتھ وہ ظاہراً لازمی شعار اور ثبوت اسلام کے لئے موقوف علیہ بھی تھی لیکن حالت عذر میں اس کی فرضیت اور شعاریت ساقط ہو جاتی تھی، جیسا کہ تلفظ بالشہادتین (یعنی کلمہ طیبہ) کی اب بھی یہی شان ہے۔ اور عہد نبوی میں صحابہ کے اقوال سے نماز کی یہی شان معلوم ہوتی ہے اور اس شعار ہونے کی وجہ سے اس سے بلا عذر رجوع کرنا ارتداد کی علامت تھا۔

والمشروعیه انما یکون اذا کان فی الارض محل بها جرا الیه.

(یعنی ہجرت کی مشروعیت اس وقت ہے جب کہ زمین میں ایسی جگہ پائی جاتی ہو کہ جہاں ہجرت کرنا ممکن ہو)''

فائدہ:۔ روح المعانی میں ہجرت کی فرضیت کا منسوخ ہونا نقل کیا ہے البتہ مستحب اب بھی ہے اور مسلم شریف کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اعرابی کو جس نے ہجرت کی اجازت چاہی تھی یہ فرمانے سے ان شان الهجرة لشديد (کہ بیشک ہجرت کا معاملہ بڑا سخت ہوتا ہے) وطن میں رہنے کے لئے ارشاد فرمانے سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس کے ہجرت کے ارادہ کرنے سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دارالاسلام میں نہ تھا۔

(بیان القرآن سورہ نساء آیہ ومن یہاجر فی سبیل اللہ الخ ص ۵۰)

مشروع ہجرت

ا:۔ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہجرت منہدم کر دیتی ہے (یعنی ختم کر دیتی ہے) ان گناہوں کو جو اس سے پہلے ہو چکے ہوں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

۲:۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تھوڑے ہی دنوں میں ایسی حالت ہوگی کہ مسلمانوں کا سب سے بہتر مال بکریاں ہوں گی۔ جن کے پیچھے پیچھے پھرتا پہاڑوں کی چوٹیوں پر، اور بارش کے موقعوں پر اپنے دین کو لئے ہوئے فتنوں سے بھاگا پھرتا ہو۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

فائدہ:۔ اگر کسی شہر میں یا کسی محلّہ میں یا کسی مجمع میں دین کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو وہاں سے بشرط قدرت علیحدگی واجب ہے۔ البتہ اگر یہ شخص عالم، مقتدا ہے اور لوگوں کو اس سے دینی حاجات واقع ہوتی ہوں تو ان میں رہ کر صبر کرے۔ اور اگر کوئی اس کو پوچھتا ہی نہ ہو، نہ ان کی اصلاح کی امید ہو تو بھی بہتر ہے کہ ان سے علیحدہ ہو جائے۔ (فروع الایمان ۶۴)

مذہبی امور میں حکومت کو دخل دینے کا حق نہیں

فرمایا کہ وقف بھی چونکہ ایک مذہبی رکن ہے اس لئے گورنمنٹ کی مداخلت اس میں جائز نہیں، جیسا کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ میں مداخلت جائز نہیں اسی طرح نکاح وطلاق میں بھی یہی حکم ہے۔

اگر شبہ ہو کہ شوہر تین طلاق دے کر پھر رکھنا چاہتا ہے تو مطلقہ کا استخلاص (یعنی چھٹکارا) کفار کی عدالت سے تو شرعاً جائز ہے (تو یہ مداخلت کیسے گوارا کر لی گئی؟) تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ گورنمنٹ سے طلاق واقع ہونے میں امداد نہیں ملتی بلکہ طلاق کا جو اثر ہوتا ہے اس میں امداد چاہتی ہے۔ یعنی طلاق کے بعد جو اس کو آزادی ہونی چاہئے اس میں امداد چاہتی ہے۔ اور اسی طرح اپنے کو نقصان سے بچانا چاہتی ہے۔

پھر اگر شبہ ہو کہ وقف میں بھی متولی بڑی گڑبڑی کرتے ہیں اور وقف کے مال کو کھا ڈالتے ہیں اور محتاج و مسکین محروم رہ جاتے ہیں اس طرح مساکین کا نقصان ہوتا ہے (تو یہاں وقف کے معاملہ میں نقصان سے بچنے کے لئے حکومت کا دخیل بننا صحیح ہونا چاہئے)

لیکن غور کرنے کی بات ہے کہ یہ صورت عدم النفع (یعنی نفع نہ ہونے) کی نہ ضرر کی۔ اس لئے وقف کو مطلقہ کے خلاصی حاصل کرنے پر قیاس نہیں کر سکتے۔ کیونکہ متولیوں کی گڑبڑی سے مسکینوں کا ضرر نہیں، ہاں عدم النفع ضرور ہے (دونوں میں بڑا فرق ہے)

مثلاً کسی کی جیب سے سو روپیہ کا نوٹ نکال کر لے لے یہ تو اس کا ضرر (نقصان)